سلسلہ اشاعت امامیہ مشن۔ لکھنؤ ۲۳۹

حج

از قلم
حضرت سید العلماء مدظلہ

مطبوعہ سرفراز قومی پریس۔ لکھنؤ

قیمت ۱۳ نئے پیسے
محصول ۸ نئے پیسے

تعارف

امامیہ مشن سے "فروغ دین" پر رسائل کا جو سلسلہ جاری ہے، اُس میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور خمس چار رسالے شائع ہو چکے ہیں۔ اب یہ پانچواں رسالہ **حج** کے موضوع پر شائع کیا جاتا ہے۔

اس میں مختصر طور پر غیر مسلمین کو اس فریضہ کی نوعیت بھی بتائی گئی ہے اور مسلمین کو اس کی اہمیت اور مختصر کیفیت بھی۔

اس ذیل میں متعۃ الحج کی بین الاسلامی بحث پر بھی مجمل مگر واضح تبصرہ کیا گیا ہے۔ محترمی جناب میر زاہد حسین صاحب الہ آبادی نے اپنے صاحبزادہ سید نعیم الحسنین صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل الہ آباد کی تقریب شادی کے سلسلہ میں جو سرکار سید العلماء مدظلہ کی بڑی صاحبزادی سلمہا کے ساتھ شب نیمہ شعبان ۱۳۷۵ھ میں انجام پائی تھی اس رسالہ کی اشاعت ہماری استدعا پر اپنے متعلق فرمالی تھی چنانچہ یہ رسالہ ممدوح ہی کی طرف سے شائع کیا جاتا ہے۔ اُمید ہے کہ دیگر افراد ملت بھی ان تقاریب کے موقع پر اسی طرح اپنے اس مشن کو یاد رکھیں گے۔ اور اس رسالہ کی کثیر تعداد خرید فرما کر اس کی بیش از بیش اشاعت کے ساتھ دین و ملت کو تقویت پہنچائیں گے۔ والسلام

خادم ملت
سید ابن حسین نقوی
آنریری جنرل سکریٹری
امامیہ مشن لکھنؤ

فروری ۱۹۵۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ سید الانبیاء والمرسلین واٰلہ الطاہرین

فریضۂ حج کی اہمیت

حج کو اسلامی عبادات میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں ترک حج کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوا ہے:۔ واللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین (یعنی) "اللہ کے لیے خلق خدا پر خانہ کعبہ کا حج لازم ہے، اُس شخص پر کہ جو اس کی استطاعت رکھتا ہو اور جو کفر اختیار کرے اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے" مطلب یہ ہے کہ اس کفر کو اختیار کر کے برا کرے گا تو اپنا کرے گا۔ اللہ کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

حج کا تاریخی آغاز

فریضۂ حج کا حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ ؐ کے ہی دور میں حکم نہیں آیا بلکہ اس کو بڑی قدیم تاریخی حیثیت حاصل ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ ؑ جب اپنے فرزند جناب اسماعیل کی شرکت میں سرزمین مکہ پر خانہ کعبہ کی تعمیر کر چکے تو اُس وقت قرآن کی لفظوں میں فرمان الٰہی جاری ہوا:۔ واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق" تم تمام خلائق میں حج کی منادی کر دو

جس پہ تمام لوگ تمھاری آواز پہ دوڑ پڑیں گے، پیادہ پا یا سواریوں پر دور ودراز مقامات سے سب اس طرف آیا کریں گے۔"

جناب ابراہیم کے بعد عرب میں یہ عملدرآمد قائم رہا یہاں تک کہ مشرکین بھی اُسے بجالاتے تھے۔ بے شک اُنھوں نے اس میں بہت سی بیہودہ باتیں شریک کردی تھیں جیسے کہ برہنہ طواف کرنا۔ حضرت پیغمبر اسلامؐ نے بس ان بیہودہ باتوں کا خاتمہ کرکے فریضۂ حج کو اُس کی اصلی شان کے ساتھ قائم و برقرار رکھا۔

حج کیا ہے؟

حج کے لغوی معنی تو قصد کرنے کے ہیں اور شریعت اسلام میں وہ ایک مسلمان کا ایک خاص زمانہ میں ملک حجاز کی سرزمین مکہ معظمہ پر خوشنودی خدا کے لیے اُن خاص افعال کا ادا کرنا ہے جن کا ارکان واجزاء حج میں بیان مختصر طریقہ پر اس کتاب میں آئے گا۔

حج کس لیے؟

تمام عبادات کا اصل مقصد خلق خدا کو اُس حاکم بالادست کے وجود کا احساس قائم رکھنا ہے جو کائنات میں خیر وصلاح اور انسان سے بلندی کردار واخلاق کی پابندی کا طلبگار ہے۔

اُس حاکم کے وجود کے احساس ہی سے انسان میں مطلق العنانی، لذت پرستی اور خودکامی پیدا نہونے پائے گی اور وہ جامعۂ بشری کی ایک اچھی فرد بن سکے گا۔

چونکہ اس میں سدراہ انسان کے نفسانی جذبات اور طبعی لذائذ

ہوتے ہیں، اس لیے رسوم عبادت کے ذیل میں ہر شخص کو مختلف نفسانی خواہشوں کے مغلوب کرنے اور بلند مقاصد کے لیے کچھ دنیوی مفادات کے قربان کرنے کی مشق کرائی جاتی ہے۔

بعض عبادات میں اپنے راحت و آرام، کچھ وقت اور جسمانی سکون کی قربانی ہوتی ہے جیسے نماز بعض میں کچھ مادی جذبات اور نفسانی لذائذ کی قربانی ہوتی ہے، جیسے روزہ۔ بعض میں مالی قربانی ہوتی ہے جیسے زکوٰۃ و خمس۔

حج کو جب ہم دیکھتے ہیں تو اس میں وہ تمام قربانیاں یکجا ہیں جو دوسرے عبادات میں علحدہ نظر آتی ہیں [1]

راحت و آرام وغیرہ کی قربانی جو نماز میں ہوتی ہے وہ حج میں بدرجہا زیادہ ہے۔ کہاں تھوڑی دیر کے لیے قیام و قعود اور رکوع و سجود کر لینا اور کہاں سعی و طواف وغیرہ کے افعال جن میں نماز بھی ایک جزو ہے۔ پھر دُور افتادہ اشخاص کے لیے سفر کے مراحل و منازل اور اُن میں جو تعب و مشقت درپیش ہو۔

لذائذ نفس کی قربانی جو روزہ میں ہے وہاں تو ایک مہینہ میں ہر دن صرف صبح سے شام تک ہوتی ہے اور یہاں احرام کے بعد سے فراغت حج تک کافی مدت تک اُن تمام باتوں سے علحدہ رہنا پڑتا ہے جن کا ترک احرام کے بعد واجب ہے

---

[1] پھر بھی نماز تمام عبادات میں افضل ہے غالباً اُس مداومت اور استمرار کی وجہ سے جو اُس کے ہر دن کم از کم پانچ مرتبہ ادا کرنے کی بنا پر دیرپا افادیت کی حامل ہے،

اور مالی قربانی جو زکوٰۃ وغیرہ میں ہوتی ہے وہ یہاں جس دور و دراز مسافت سے حج کے لیے آئے اُس کی دوری کے تناسب سے ہے۔

اس سب سے ماورا ر بیشتر اشخاص کو وطن کی قربانی اور مفارقت اہل و عیال وغیرہ کی قربانی بھی برداشت کرنا پڑتی ہے اور اس طرح وہ اُن تمام مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ ہے جو دوسرے عبادات میں مضمر ہیں۔

پھر تمام نقاط ارض کے مسلمانوں کے ایک ہی سرزمین پر جمع ہونے سے جو اجتماعی شیرازہ بندی مسلمانوں کی ہو سکتی ہے وہ مستقل چیز ہے۔

علاوہ اس کے شعائر حج میں کچھ افعال بعض گزشتہ اہم واقعات کی یادگار کے طور پر ہیں جن کی یاد کا تازہ کرنا دینی احساسات کی بیداری کا ذریعہ ہے۔

شرائط حج

شریعت اسلام میں انسانی فطرت کے تقاضوں کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے اور غیر معمولی مشقت و زحمت میں ڈالنا نہیں چاہا گیا ہے چنانچہ حج اول تو ہر انسان پر عمر میں صرف ایک بار واجب قرار دیا گیا ہے۔ جب ایک مرتبہ حج بجا لے آئے تو پھر دوبارہ حج کی کوئی قانونی پابندی نہیں ہے۔ ہاں حصول ثواب کے لیے اپنی خوشی سے ہر سال حج کرے تو بھی بہتر ہے اس کے علاوہ وہ ایک دفعہ بھی جو حج واجب ہوتا ہے وہ چند شرطوں کے ساتھ۔ اگر ان شرطوں میں سے کوئی ایک بھی مفقود ہو تو حج واجب نہیں ہوگا۔

ان میں سے دو شرطیں تو وہ ہیں جو تمام واجبات میں ہیں یعنی بلوغ اور عقل یہ قانون شرع کی لازمی شرطیں ہیں جن کے بغیر کوئی ذمہ داری عاید ہی نہیں ہوتی۔

بلوغ کی حد لڑکی کے لیے ۹ برس اور لڑکے کے لیے پندرہ برس کی ہے اور عقل کا معیار یہ ہے کہ مجنوں و دیوانہ نہ سمجھا جا سکے۔

اس کے علاوہ حج کے واجب ہونے میں یہ خاص شرط ہے کہ استطاعت رکھتا ہو یعنی مکہ معظمہ تک پہنچے اور وہاں سے اپنی منزل تک جانے نیز زمانۂ سفر میں اہل و عیال کے بسر اوقات کے لیے ضروری مصارف کا سامان پاس موجود ہو خواہ بصورت نقد ہو یا ایسا ذریعہ جو قابل اطمینان ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو حج واجب نہیں ہوگا۔

یہاں تک کہ اگر یہ غریب ہے مگر کوئی رئیس اسے اپنے پاس سے لیجائے اور اس کے اہل و عیال کی بسر اوقات کا سامان کرنے کے لیے تیار ہے تو بھی اسے حج کے لیے "منت غیر" لینا فرض نہیں ہے بلکہ اسے جائز ہے کہ یہ انکار کر دے اور کہے جب خدا خود مجھے دے گا اُس وقت حج کروں گا۔ اس طرح میں حج کرنا نہیں چاہتا۔

ہاں اگر رئیس نے اسے اتنی رقم دی کہ جو مصارف حج کے لیے کافی ہے اور اس نے وہ رقم لے بھی لی تو اب اس پر حج کرنا واجب ہو جائے گا اب یہ نہیں جائز ہوگا کہ اُس رقم کو تو یہ اپنے دوسرے مصارف میں ختم کر دے اور حج کے لیے اس کا انتظار کرے کہ جب اپنے پاس ذاتی روپیہ ہوگا تو حج کو جاؤں گا۔ اگر ایسا کرے گا تو حج اس کے لیے واجب الاداء رہے گا اور یہ اُس کے ترک پر مستقل طور پر گناہگار رہے گا۔

پھر یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی جسمانی صحت ایسی ہو کہ یہ سفر کا متحمل

ہو سکتا ہو نیز راستہ پر امن ہو جان و مال یا آبرو کے لیے خطرہ نہ ہو۔

اقسام حج حج کی شریعت اسلام میں تین قسمیں ہیں:-

ایک حج اِفراد۔ دوسرے حج قِران اور تیسرے حج تمتع۔

پہلی دو قسم کے حج اُن لوگوں کے لئے ہیں جو خاص مکہ معظمہ میں یا مکہ معظمہ سے ۴۸ میل شرعی کے اندر رہتے ہوں اور حج تمتع اُن کے لیے ہے جن کے مقام سکونت مکہ معظمہ سے ۴۸ میل شرعی یا اس سے زیادہ دور ہو۔

ان اقسام کا فرق حج تمتع میں دو مرتبہ احرام باندھا جاتا ہے ایک مرتبہ عمرہ کی نیت سے اور اس کے بعد طواف کعبہ اور صفا و مروہ کے درمیان سعی اور تقصیر یعنی بال اور ناخون کاٹنا ہوتا ہے اور اس کے بعد اس احرام کی پابندیاں ختم یہاں تک کہ طواف النساء کے بعد مباشرت کی پابندی بھی دور ہو جاتی ہے اس کے بعد پھر حج کا احرام باندھا جاتا ہے اور اس احرام کے بعد عرفات میں وقوف اور مشعر الحرام میں جا کر قیام اور منیٰ میں قربانی اور سر منڈوانا یا بال کتروانا اور پھر خانۂ کعبہ کے طواف کے بعد صفا و مروہ کے درمیان سعی اور پھر طواف النساء اور آخر میں پھر منیٰ میں قیام اور رمی جمرات ہوتا ہے۔

لیکن حج قران و افراد میں بس ایک ہی احرام حج کے لیے باندھا جاتا ہے اس احرام کو باندھ کر عرفات میں وقوف وغیرہ اعمال جو بیان ہوئے بجالائے جاتے ہیں۔ قبل والے اعمال جو عمرہ کے احرام کے ساتھ وہاں بجالائے جاتے تھے یہاں نہیں ہوتے۔

قِران اور اِفراد دونوں کی شکل بالکل یکساں ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ قِران میں احرام کے ساتھ ہی اپنے ساتھ قربانی کے جانور لے جانا ہوتے ہیں اور اِفراد میں اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔

حج تمتع کی بحث

قرآن مجید میں صراحۃً موجود ہے:۔

فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الھدی (سورہ بقر) اس کے بعد کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ مسلمانوں کے درمیان حج تمتع میں کوئی اختلاف پیدا ہو مگر افسوس ہے کہ اس میں اختلاف پیدا ہوا اور وہ اس طرح کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بعض خلفاء نے اُسے ناپسند کیا اور اُس سے مخالفت کی۔ اس لیے اہل سنت اسی منع پر قائم ہو گئے حالانکہ نص قرآنی اور سنت حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں کسی شخص کی رائے کا کوئی وزن نہیں ہو سکتا۔ اسی بنا پر صحیح بخاری میں صاف عنوان قائم کیا ہے۔ باب التمتع والقران والافراد بالحج۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام میں تین قسم کے حج موجود تھے۔

اس باب میں دو حدیثیں درج کی ہیں جن کا مضمون یہ ہے کہ خلیفۂ سوم عثمان کی طرف سے حج تمتع کی ممانعت ہوئی تو حضرت علی بن ابی طالبؑ نے فرمایا جس کے الفاظ ایک حدیث میں یہ ہیں ماکنت لادع سنۃ النبیؐ لقول احد "میں کسی کے قول کی وجہ سے پیغمبر خداؐ کی سنت کو ترک نہیں کر سکتا" دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے خود عثمان سے کہا ماترید الی ان تنھی عن امر فعلہ النبیؐ "آخر تمہارا کیا مطلب ہے کہ تم اُس چیز سے مانع ہو جسے خود پیغمبر خدا عمل میں لائے ہیں"

(صحیح بخاری مطبوعہ مصر جلد ۱ ص ۱۷۵)

ایسے ہی دیگر صحاح وسنن اور تفاسیر میں کثیر التعداد ثبوت موجود ہیں جن کے بعد اس مسئلہ میں کسی مسلمان کو گنجائش انکار باقی نہیں رہتی۔

افعال حج

مکہ معظمہ میں باہر سے آنے والوں کے لیے ہر رخ پر ایک جگہ مقرر ہے جہاں سے وہ حج کا لباس پہنتے ہیں اور خاص طور پر حج کا قصد کر کے کچھ پابندیاں اختیار کرتے ہیں جسے احرام باندھنا کہتے ہیں۔ اس جگہ کو "میقات" کہا جاتا ہے۔

ہندوستان سے جانے والوں کے لیے میقات ایک مقام ہے جس کا نام یَلَمْلَمْ ہے۔ بغیر احرام باندھے میقات سے مکہ کی جانب آگے بڑھنا حرام ہے مگر سمندر کی راہ سے جدّہ جانے کی شکل میں خود یلملم پہنچنا نہیں ہوتا اس لیے جدہ میں پہنچ کر احرام باندھا جاتا ہے۔

اس طرح حج تمتع میں جو دور والوں کے لیئے فرض ہے افعال حج حسب ذیل ہوتے ہیں۔

(۱) عمرہ تمتع کا احرام۔

نیت یعنی ذہن میں یہ قصد کہ میں عمرہ تمتع کا جو واجب ہے حجۃ الاسلام کے لیے احرام باندھتا ہوں قربۃ الی اللہ یعنی خوشنودی خدا کے لیے۔

یہ ویسی ہی نیت ہے جیسی نماز وغیرہ تمام عبادتوں میں ضروری ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ فعل شعوری طور پر ہو اور اُس کے پس منظر میں حکم الٰہی کی تعمیل کا جذبہ موجود ہو۔ صرف خلق خدا کو دکھانے یا کسی پست غرض کو سامنے رکھکر اس عمل کی بجا آوری نہ ہو ورنہ وہ عمل باطل ہوگا یعنی اُس کے ذریعہ سے

وہ فریضہ جو اس کے ذمہ تھا ادا نہ ہوگا۔

مذکورہ بالا نیت کے ساتھ تلبیہ کہے یعنی لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ (یعنی) "حاضر ہوں۔ پروردگار حاضر ہوں۔ کوئی تیرا خدائی میں شریک نہیں۔ تیری بارگاہ میں حاضر ہوں۔" معلوم ہوتا ہے جیسے خالق کی طرف سے اسے پکارا جا رہا ہے اور یہ اُس پکار پر اپنے اہل و عیال اور وطن کو چھوڑ کر روانہ ہوا ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ اگر حقیقت کا تصور ہو جائے تو یہی انسان کی زندگی میں انقلاب اور مکمل نظم و ضبط پیدا کرنے کے لیے کافی ہے۔ چنانچہ ہمارے چوتھے امام حضرت زین العابدینؑ کا واقعہ ہے کہ آپ نے ایک بار اللھم لبیك لا شریك لك لبیك کی صدا بلند کی تو دفعۃً غش کھا کر ناقہ سے نیچے زمین پر گر پڑے۔ جب ہوش آیا تو فرمایا مجھے تصور ہو گیا کہ میں اس بارگاہ میں حاضر ہونے کے لائق بھی ہوں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ میں نے کہا لبیك حاضر ہو رہا ہوں اور اُدھر سے آواز آگئی ہو لا لبیك یعنی ہمیں تیرا آنا منظور نہیں ہے۔" اس تلبیہ کے ساتھ دو کپڑے احرام کے پہنے ایک کو بطور تہ بند باندھے اور دوسرے کو چادر کے طور سے کندھے پر ڈالے۔ دونوں کپڑے سلے ہوئے یا بنیائن وغیرہ کی طرح بنے ہوئے نہ ہوں نہ ریشم وغیرہ کے ہوں۔

ظاہر ہے کہ اس طرح بڑے بڑے نفاست پسند اور امیرانہ ٹھاٹھ والے افراد کو اُس سادگی کے اختیار کرنے پر مجبور کیا گیا ہے جس کے بعد اُن میں اور غریبوں میں کوئی امتیاز نہ رہ جائے۔ یہ روح مساوات کے پیدا کرنے کی وہ عملی تدبیریں ہیں جنھیں شریعت اسلام نے اپنے احکام میں برابر

مد نظر رکھا ہے۔

بے شک عورتوں کے لیے اُن کے پردہ کے تحفظ کی غرض سے یہ خصوصی مراعات رکھی گئی ہے کہ وہ سلا ہوا کپڑا پہن سکتی ہیں۔ اس سے نظر شریعت میں پردہ کی اہمیت ثابت ہوتی ہے جو دوسرے قوانین میں اکثر تبدیلی کا باعث بن جاتی ہے۔

مذکورہ بالا طریقہ سے احرام باندھنے کے بعد حسب ذیل امور میں جو اس شخص پر حرام ہو جاتے ہیں :-

(۱) خود شکار کرنا یا دوسرے کو پتہ بتانا۔ آلات شکار کا دینا یا کسی اور طرح اعانت کرنا۔

(۲) مقاربت یا عقد نکاح کرنا۔

(۳) نکاح کا گواہ ہونا یا گواہی دینا۔

(۴) خوشبو سونگھنا۔

(۵) کسی بدبو سے ناک بند کرنا

(۶) تیل لگانا۔

(۷) سلے یا بنے ہوئے کپڑے پہننا۔

(۸) ایسے جوتے یا موزے پہننا جن سے پشت پا پوشیدہ ہو جائے۔

(۹) زینت کی غرض سے انگوٹھی پہننا

(۱۰) مرد کو سر اور کانوں کا ڈھانکنا یا پانی میں غوطہ لگانا یا سر کا ڈبونا

(۱۱) مرد کو سفر کی حالت میں چھتری یا درخت کے نیچے سایہ میں چلنا۔

(۱۲) سر یا بدن سے بال اکھاڑنا

(۱۳) ناخون کاٹنا خواہ ایک ہی انگلی کا ہو۔

(۱۴) جوں وغیرہ کا مارنا یا جسم سے الگ کرنا۔

(۱۵) بہ قصد زینت سیاہ یا سرخ سرمہ لگانا۔

(۱۶) بطور زینت مہندی لگانا

(۱۷) آئینہ دیکھنا۔

(۱۸) دانت یا ڈاڑھ اکھڑوانا۔

(۱۹) بغیر خطرہ ہتھیار لگانا یا اپنے پاس رکھنا

(۲۰) بدن سے خون نکالنا یا نکلوانا

(۲۱) جھگڑے کے موقع پر لا واللہ یا بلی واللہ کی قسم کھانا

(۲۲) عورت کو بقصد زینت زیور پہننا

(۲۳) کسی شخص کو یہاں تک کہ اپنے شوہر یا کسی محرم کو اپنا سنگار دکھانا

(۲۴) عورت کو بغیر نامحرم کے اپنے چہرے پر دھوپ وغیرہ کے خیال سے نقاب ڈالنا

(۲۵) عورت کو دستانے پہننا۔

(۲۶) بلا تفریق مرد و زن ہر ایک کے لیے جھوٹ بولنا گالی دینا یا کسی گناہ کا مرتکب ہونا۔

(۲۷) حرم کی گھاس یا درخت کا توڑنا اور کاٹنا۔

مذکورہ بالا پابندیوں پر ایک سطحی نظر بھی یہ سمجھانے کے لیے کافی ہے

کہ اس احرام کے بعد ایک مقررہ مدت تک انسان کو کتنے سخت ضبط نفس
کی مشق کرائی جارہی ہے اور جو اس میں کامیاب ہو اُسے کتنا نفسانی خواہشوں
پر قابو حاصل کرنے کا ملکہ پیدا ہو سکتا ہے۔

احرام کے بعد داخل حرم و مسجد ہو اور پھر وضو کے بعد عمرہ تمتع کے
طواف کی نیت سے سات بار خانہ کعبہ کے گرد پھرنا لازم ہے۔ اس کے بعد
مقام ابراہیم میں دو رکعت نماز طواف ادا کرے۔ اس کے بعد صفا و مروہ
کے درمیان سات مرتبہ سعی کرے۔ پھر تقصیر کرے یعنی بال اور ناخون کٹوائے
جس کے بعد عمرہ تمتع پورا ہو جاتا ہے اور بعض امور جو حالت احرام میں حرام
تھے حلال ہو جاتے ہیں مثلاً اب اپنا عام لباس پہن سکتا ہے اور طواف
النساء کے بعد جائز عورت سے مباشرت بھی درست ہے مگر شکار وغیرہ
کی حرمت ایسے احکام جو حرم کے احترام کی بنا پر ہیں اب بھی قائم رہتے
ہیں اور حج بجا لانے سے پہلے حدود حرم سے باہر نکلنا بھی جائز نہیں۔
اس کے بعد آٹھویں ذی الحجہ سے دوبارہ حج کا احرام باندھا جائے گا۔
یہ احرام مکہ معظمہ ہی میں باندھا جاتا ہے۔ باقی احکام اس احرام کے وہی
ہیں جن کا احرام عمرہ میں بیان ہو چکا۔

اب احرام باندھنے کے بعد عرفات جائے اور وہاں وقوف کرے
یعنی زوال آفتاب سے شام تک وہاں ٹھہرا رہے۔ بعد شام نماز مغرب پڑھنے
کے بعد عرفات سے مشعر الحرام کو جائے اور طلوع آفتاب تک وہاں قیام کرے
طلوع آفتاب کے بعد مشعر الحرام سے منیٰ میں جائے اور عید الاضحیٰ کے دن

یعنی دسُ ذی الحجہ کو جمرۂ عقبہ پر سات کنکریاں ایک ایک کر کے مارے۔ یہ کنکریاں حرم کی سرزمین سے اُٹھائی جاتی ہیں اور اس طرح ماری جاتی ہیں کہ ستون پر جاکر پڑتی ہیں۔

اس کے بعد یہیں منیٰ میں اونٹ، گائے، بکری دنبہ ان میں سے کسی ایک جانور کی قربانی کی جاتی ہے۔

قربانی کے بعد ایسے شخص کو جو پہلے پہل حج کو گیا ہو یہ لازم ہے کہ وہ اُسی دن سر منڈوائے اور عورتیں تھوڑے سے بال ترشوالیں۔ اسی طرح مرد اگر پہلے کبھی حج کر چکا ہے اور دوبارہ گیا ہے تو سر کا منڈوانا واجب نہیں ہے کتر دالینا بالوں کا کافی ہے۔

یہ سب کام منیٰ میں جب انجام پا جائیں تو جاکر خانۂ کعبہ کا طواف کرے اور دو رکعت نماز طواف پڑھے جس کے بعد خوشبو حلال ہو جاتی ہے پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے اور آخر میں پھر طواف النساء کرے اور دو رکعت نماز طواف بجالائے جس کے بعد پھر جائز عورتوں سے مباشرت صحیح ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد ذی الحجہ کی گیارھویں یا بارھویں شب منیٰ میں رہے اور گیارھویں یا بارھویں کو دن میں جمرۂ اولیٰ جمرۂ وسطی اور جمرۂ عقبہ پر تینوں پر علی الترتیب سات سات کنکریاں مارنا لازم ہے جس کے بعد حج مکمل ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد خانہ کعبہ کے وداع کے لیے مکہ معظمہ پلٹنا سنت ہے۔

اور پھر مدینہ منورہ جاکر روضۂ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سنت موکدہ ہے جسے ہرگز ترک نہیں کرنا چاہیے۔ قبل حج بھی زیارت کو جانا درست ہے اس صورت میں پہلے اگر مکہ معظمہ میں داخل ہو تو اس کے پہلے احرام عمرۂ مفردہ کا باندھنا چاہیے اس لیے کہ عمرۂ تمتع کے احرام کے بعد پھر بغیر حج کیے مکہ سے نکلنا جائز نہیں ہوگا۔

مدینۂ منورہ کی زیارت کے بعد جب حج کا موقع قریب آئے تو وہاں سے واپس آئے اور اب اُس سمت میں جو میقات ملتا ہے اُس سے عمرۂ تمتع کا احرام باندھے۔ اس کے بعد پھر اعمال عمرہ و حج مثل سابق ہوں گے۔

والسلام
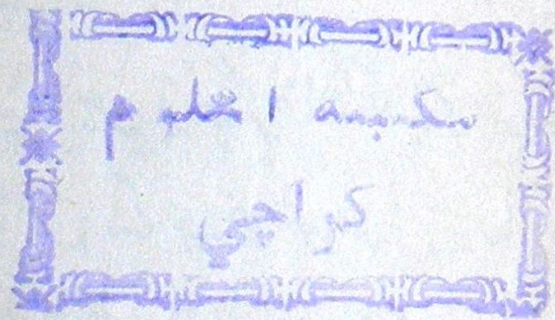
علی نقی النقوی

۲۶ جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ

پبلشر

مرزا حیدر حسین اسسٹنٹ سکریٹری امامیہ مشن۔ لکھنؤ

مطبوعہ سرفراز قومی پریس، لکھنؤ